ماہ صفر کے شرعی احکام

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی پروگرام

بتاریخ: صفر ۱۴۲۵ھ

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا صَفَرَ وَلَا ھَامَۃَ (مسلم ۲/۲۳۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (مشکوٰۃ ۲/۴۵۲)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

حدیث کا ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لَا عَدْوٰی'' کہ بیماری کے متعدی ہونے کا خیال ٹھیک نہیں ہے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے یہ کوئی بات نہیں ہے ''وَلَا طِیَرَةَ'' اور یہ جو شگون لیتے ہیں پرندوں کو اڑا کر کہ فلاں پرندہ یوں اڑ جائے تو یوں ہو جائے گا، یوں اُڑ جائے تو یوں ہو جائے گا یہ بھی کوئی شئ نہیں ہے۔

''وَلَا هَامَةَ'' اور یہ جو لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ الو ایک منحوس جانور ہے جہاں آ جائے وہاں بربادی ہوتی ہے اور جہاں الو بولنے لگ جائے وہاں تباہی آ جاتی ہے تو ''لَا هَامَةَ'' اس کا بھی کوئی قصہ نہیں ہے، ''وَلَا صَفَرَ'' اور صفر بھی کچھ نہیں ہے اس سے یہی صفر کا مہینہ مراد ہے جو آپ گزار رہے ہیں۔

صفر کے متعلق جاہلانہ نظریہ:

اصل تو تذکرہ آپ کے سامنے صفر کا ہی کرنا ہے، یہ مہینہ جو آپ گزار رہے ہیں اور اس کے یہ آخری ایام ہیں اور آخری عشرہ ہے، کل جو بدھ آ رہا ہے یہ اس مہینہ کا آخری بدھ ہے اور اس کے بعد جو اگلا بدھ آئے گا وہ ربیع الاول میں ہوگا، یہ بدھ صفر کا آخری بدھ ہے، صفر کے مہینہ کے متعلق جاہلیت میں یہ ایک تصور تھا کہ یہ مہینہ منحوس ہے، منحوس کا معنیٰ ہوا کرتا ہے کہ اسمیں برکت نہیں ہے، بے برکتی ہے نحس کا لفظ عربی میں برکت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، برکت کا معنیٰ ہوتا ہے فائدہ، نفع، یہ چیز میرے لیے بڑی بابرکت ہے یعنی مجھے اس سے بہت فائدہ پہنچا ہے اور نحس کا معنیٰ ہوا کرتا ہے بے برکتی، یہ وقت میرے لیے بہت بے برکت ہے، فلاں شخص میرے لیے بہت بے برکت ثابت ہوا تو ایسے وقت میں لفظ نحس کا بولا جاتا ہے۔

جیسے آپ اپنی زبان میں منحوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں، منحوس کا معنیٰ بے برکت کہ جس میں برکت کوئی نہ ہو، اور اس سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے اس کو منحوس کہتے ہیں۔

صفر کے متعلق جاہلیت میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ مہینہ منحوس ہے اس میں مصیبتیں آتی ہیں، اس میں آفتیں آتی ہیں، اور اس میں برکت نہیں ہوتی، اس لیے جاہلیت میں اس مہینہ کو بڑا خطرناک سمجھا جاتا تھا اور منتظر رہتے تھے کہ یہ مہینہ کب ختم ہو تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تردید کی "لاصفر" کہہ کر کہ صفر کے متعلق تم نے یہ جتنے نظریات بنا رکھے ہیں اس کے منحوس ہونے کے متعلق کہ یہ بے برکت ہے، برکت والا نہیں ہے، یہ جاہلیت والی بات ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

کسی مہینہ کی ذات میں نحوست نہیں :

اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے بنائے اور ان بارہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ بھی ایسا نہیں کہ جس کو شریعت نے بے برکت کہا ہو، برکت اور بے برکتی اللہ تعالیٰ نے نہ جگہ میں رکھی ہے، نہ وقت میں رکھی ہے، نہ کسی جانور میں رکھی ہے اس کا تعلق کسی اور چیز سے ہے۔

بہر حال یہ تو اجمالی طور پر آپ حضرات کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ صفر کے مہینہ کے متعلق یہ عقیدہ کہ یہ مہینہ منحوس ہے اس میں برکت نہیں، یہ بات غلط ہے، دنوں میں سے کوئی دن منحوس نہیں، مہینوں میں سے کوئی مہینہ منحوس نہیں قرآن کریم میں "فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ" کا لفظ آیا ہے "منحوس دنوں میں" یہ لفظ قرآن کریم میں ہے، ایام کے ساتھ نحسات کا لفظ آیا ہے آپ کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ جب ایام کو نحسات کے ساتھ قرآن کریم نے تعبیر کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دن منحوس تو ہیں۔

نحوست کا تعلق لوگوں کے احوال سے ہے:

تو ایک طالب علمانہ بات ہے آپ کی خدمت میں عرض کردوں کہ وہ ایام نحسات

کا ذکر آیا ہے قوم عاد کے تذکرے میں قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے آندھی کے ساتھ برباد کیا تھا اور وہ آندھی ان کے اوپر چلی تھی ''سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ'' سات راتیں اور آٹھ دن سات راتیں اور آٹھ دن وہ آندھی ان کے اوپر مسلط رہی تھی اور اس آندھی میں وہ ساری کی ساری قوم برباد ہوگئی تھی۔

ان دنوں اور راتوں کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ قوم عاد کے حق میں وہ دن منحوس تھے، بے برکت تھے، قوم عاد کو ان راتوں اور دنوں میں نقصان پہنچا، وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے اس لیے سات راتیں اور آٹھ دن ان کے لیے منحوس ہوئے، جس کا یہ معنیٰ نہیں کہ ان ایام میں نحوست ہمیشہ کے لیے ثابت ہوگئی۔

کیونکہ اگر ہمیشہ کے لیے ثابت ہو تو پھر کوئی ہفتہ کا دن نہیں بچتا کہ جس کو آپ منحوس نہ کہیں، کیونکہ آٹھ دنوں میں تو سارے دن آگئے۔

اب اگر مثال کے طور پر اتوار سے شروع ہو تو پھر آٹھواں دن اتوار بنتا ہے تو اس میں پورا ہفتہ آگیا، اگر ان کو نحسات سے تعبیر کیا جائے تو پھر بچتا ہی کچھ نہیں سارے دن اور راتیں ہی منحوس ٹھہرتی ہیں۔

لیکن وہاں معنیٰ یہ ہے کہ قوم عاد کے حق میں وہ بے برکت تھے اور قوم عاد چونکہ ان دنوں میں برباد ہوئی اس لیے وہ راتیں اور وہ دن ان کے لیے بے برکت ثابت ہوئے اور جن لوگوں کو ان دنوں میں کوئی فائدہ پہنچا ہے وہ دن ان کے لیے بابرکت ہو جائیں گے۔

یعنی ان کی ذات میں کوئی نحوست نہیں اگر ذات میں نحوست ہوتی تو پھر ہفتہ کا کوئی دن بھی نہیں بچتا سب دنوں کو منحوس کہنا پڑے گا تو قرآن کریم میں اگر یہ لفظ آیا ہے تو اسکی مراد میں نے آپ کو سمجھا دی وہ قوم عاد کی نسبت سے بے برکت تھے وہ قوم عاد کی نسبت سے منحوس تھے۔

یہ نہیں کہ ان دنوں کے اندر اللہ نے نحس ثابت کر دیا اگر ان دنوں کے اندر نحس ثابت ہو جائے تو پھر سارا ہفتہ منحوس ہے، کوئی دن بابرکت ثابت نہیں ہوگا، وہ صرف اس قوم کے اعتبار سے ہے۔

ایسے ہی کسی شخص کے اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں دن اس کے لیے بڑا بے برکت ثابت ہوا کہ اس نے اس دن نقصان اٹھایا، فلاں کے لیے فلاں وقت بہت بابرکت ثابت ہوا کہ اس میں اس کو بہت فائدہ پہنچا، اس طرح نسبت کے ساتھ کہ کسی کے لیے بابرکت ہو، کسی کے لیے بے برکت ہو اس طرح تو ہو جاتا ہے۔

باقی کسی وقت کی ذات کے اندر بے برکتی رکھی گئی ہو اور اس کو منحوس قرار دیا گیا ہو شرعی نقطہ نظر سے یہ بات غلط ہے، کوئی تاریخ، کوئی مہینہ، کوئی دن ایسا نہیں کہ جس کو شریعت نے منحوس قرار دیا ہو، اس صفر کے متعلق یہ نظریہ غلط ہے اور جاہلیت کی پیداوار ہے ہمارے ہاں صفر کے متعلق یہ تو سننے میں نہیں آیا کہ اب بھی لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے ہوں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس مہینہ میں شادیاں بھی کرتے ہیں، اور اس مہینہ میں باقی سارے کاروبار بھی ہوتے رہتے ہیں۔

آج کل یہ بات سننے میں نہیں آئی جاہلیت کے متعلق تو کتابوں میں مذکور ہے، لیکن آج کل یہ بات نہیں ہے کہ لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے ہوں اور اس مہینہ میں شادی نہ کرتے ہوں، خوشی کی بات نہ کرتے ہوں، اس مہینہ سے ڈرتے ہوں اور اس مہینہ کے گزرنے کے منتظر رہتے ہوں میرے علم کے مطابق آج کل کسی طبقہ کے اندر یہ بات موجود نہیں ہے، آپ کے علم میں ہو تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔

صفر کے متعلق جدید نظریہ:

لیکن ایک اور بدعت اس مہینہ کے اندر لوگ کرتے ہیں اور اس کا پتہ ہمیں تین

چار سال پہلے لگا ہے اس سے پہلے ساری زندگی ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا کہ یہ بدعت بھی اس مہینہ میں ہوتی ہے اس لیے ہر سال آخری بدھ کے متعلق میں آپ حضرات کو یاددہانی کروادیا کرتا ہوں کہ اس قسم کی بات آپ جہاں بھی سنیں اس کی تردید کریں، کل جو آخری بدھ آرہا ہے اس کے متعلق لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے شفا ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کا غسل کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت یاب ہونے کے بعد سیر وسیاحت کی تھی اس لیے اس دن میں سیر وسیاحت کرنا خوشی منانا اور کھانا پینا یہ سنت ہے اور یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کا تقاضہ ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری بدھ میں تندرست ہوئے تھے، صحت ملی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا، پچھلے سال تو میں نے اخبار میں دیکھا تھا اور اس سال بھی شاید اخبار میں آئے کہ لاہور میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس دن کو منایا گیا۔

لوگوں نے باہر راوی کے کنارے پر نکل کے جشن منائے اور کھایا پیا غسل کیا اور نہائے اور وہ یہ سمجھے کہ سنت کا تقاضہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کیا تھا تو ہمیں بھی ایسے کرنا چاہیئے، یہ بات تین چار سال پہلے سنی تھی اور پھر ہر سال یہ بات تذکرے میں آتی رہی اس سے پہلے ہم نے پوری زندگی میں نہیں سنا تھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت صفر کے آخری بدھ میں حاصل ہوئی تھی۔

اسلام میں تاریخ کے تعین کی کوئی اہمیت نہیں ہے:

اب اس کی حقیقت کیا ہے؟ پہلی بات تو یہ یاد رکھیے! کہ قرآن وحدیث میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ کے تعین کو کوئی اہمیت نہیں دی اس لیے کسی نبی کے پیدا ہونے کی تاریخ قرآن میں نہیں کہ فلاں نبی فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو فلاں دن پیدا ہوا تھا کسی نبی کے پیدا ہونے کے متعلق یہ بات نہیں آئی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کتب حدیث ہر قسم کے حالات سے بھری پڑی ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمایا ہو کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ولادت فلاں مہینہ میں ہوئی تھی فلاں دن میں ہوئی تھی، صحابہ نے بیٹھ کے کبھی آپس میں تذکرہ کیا ہو قرون اولیٰ کے اندر یہ بات موجود نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر گزرے ہیں کسی کے متعلق بیان نہیں فرمایا کہ کونسا نبی کس تاریخ کو کس مہینہ میں پیدا ہوا، جس سے اس بات کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ پیدا ہونے کی تاریخ، وفات کی تاریخ اس قسم کی تاریخوں کی، دنوں کے تعین کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں ہے، کوئی کسی دن میں پیدا ہوا ہو کوئی فرق نہیں پڑتا، کسی مہینہ میں پیدا ہوا ہو کوئی فرق نہیں پڑتا، کسی مہینہ میں وفات ہوئی ہو کسی تاریخ میں وفات ہوئی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا، دنیا کے اندر جس وقت لوگوں میں بدعملی آگئی اور لوگوں نے اپنی اپنی مرضی کے ساتھ اپنے لیے طریقے تجویز کرنا شروع کر دیے تو جو دنیا کے اندر غلط طریقے رائج ہوئے ہیں۔

ان میں تاریخ ولادت تاریخ وفات اور ان چیزوں کی اہمیت اور ان تاریخوں میں خوشی کرنا یا غم کرنا یہ بھی ان بری رسموں میں سے ہیں، جو اس جدید زمانہ کی مبتدعات میں سے ہے، ورنہ پہلے کوئی اہمیت نہیں اس بات کی کہ کون کب پیدا ہوا اور کس مہینہ میں پیدا ہوا، کس تاریخ میں وفات ہوئی اس کی کوئی اہمیت قرآن وحدیث کی نظر میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس تاریخ کو پیدا کر دیا ٹھیک ہے، جس میں وفات ہوگئی ٹھیک ہے اس سے ہمارا کوئی مسئلہ متعلق نہیں ہے، لیکن اس کے بعد جب یہ دور شروع ہو ہی گیا۔

اب تاریخ کے درجہ میں ان چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہیے اور جاننے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن اس دن میں کوئی غم یا خوشی منانا یہ بالکل غلط بات ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے، تاریخ جاننے اور معلوم کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی اور وفات بھی:

اب جس وقت ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس تاریخ کو ہوئی تھی اور ولادت کس تاریخ کو ہوئی تھی اتنا تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ربیع الاول میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ربیع الاول میں ہے، ربیع الاول مہینہ ایسا ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی ہے اور جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ہے آثار سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں یہ دونوں واقعے پیش آئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کے بارے میں اقوال مختلفہ:

لیکن کس تاریخ کو پیش آئے اس پر اہل تاریخ کا بالکل اتفاق نہیں ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کس تاریخ میں ہوئی اس کے بارے میں متعدد اقوال لوگوں نے بیان کیے ہیں، جہاں تک ہمارے مطالعہ کا تعلق ہے کتب سیرت میں جو کچھ ذکر کیا گیا وہ سارے یوں کہتے ہیں کہ مشہور روایت تو یہ ہے جو لوگوں کی زبان پر ہے کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

لیکن تحقیق کے درجہ میں کسی صورت میں بارہ ربیع الاول آپ کی ولادت کا دن نہیں بنتا بلکہ آپ کی ولادت یا آٹھ ربیع الاول کو بنتی ہے یا نو کو بنتی ہے راجح قول یہ ذکر کیا گیا ہے۔

بارہ ربیع الاول کا قول راجح نہیں اگرچہ لوگوں میں مشہور ہے اور عام اردو کی کتابوں میں اس کا تذکرہ بھی آجاتا ہے لیکن جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے جو محققین ہیں تاریخ میں وہ کہتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کسی حساب سے نہیں بنتی بلکہ آٹھ یا نو یا اس کے آس پاس کوئی دوسری تاریخ بنتی ہے، پانچ چھ قول ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں لیکن راجح قول آٹھ یا نو کا ذکر کیا جاتا ہے، بڑی کتابیں جو تحقیق کے انداز میں لکھی گئی ہیں ان کے اندر یہی مذکور ہے۔

حضور ﷺ کی تاریخ وفات کے متعلق راجح قول:

اور جہاں تک آپ کی وفات کا تعلق ہے تو وفات کے بارے میں بھی ایسے ہی ہے اشہر روایت حضور ﷺ کی وفات کی وہ بارہ ربیع الاول ہی ہے، لوگوں کے اندر جو بات چلی ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ بارہ ربیع الاول ہی وفات کا دن ہے۔

لیکن یہاں بھی شارحین حدیث نے بہت ہی بنیادی اور مضبوط دلیل کے ساتھ اختلاف کیا ہے، کیونکہ طالب علموں کا مجمع ہے اس لیے ذرا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، وہ مضبوط دلیل کیا ہے کہ اتنا تو روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع جو فرمایا ہے تو ذی الحجہ میں یہ ہوتا ہے اس کے بعد محرم، صفر، اور ربیع الاول میں تو وفات ہوگئی۔

اس میں نو ذی الحجہ عرفہ کا دن جمعہ کا دن تھا اس کا ذکر صحیح روایات میں ہے اور وفات حضور ﷺ کی ربیع الاول میں سوموار کو ہوئی ہے، یہ سوموار کا دن متعین ہے کہ اس دن وفات ہوئی ہے۔

اب اگر آپ حساب بنائیں کہ ذی الحجہ میں نو تاریخ جمعہ کو تھی اب ذی الحجہ کو بھی تیس کا شمار کرو، آگے محرم کو بھی تیس کا شمار کرو، آگے صفر کو بھی تیس کا شمار کرو اور پھر اس کے بعد دیکھو کہ کیا بارہ ربیع الاول کو پیر آتا ہے؟ اگر اس طرح پیر نہ آئے تو پھر آپ ذی الحج کو بھی انتیس کا شمار کریں، محرم کو بھی انتیس کا شمار کریں، صفر کو بھی انتیس کا شمار کریں، اور پھر دیکھیں کہ بارہ ربیع الاول کو پیر آتا ہے؟

اگر پھر بھی نہ آئے تو ذی الحج محرم صفر میں ایک کو تیس کا رکھیں اور دو کو انتیس کا رکھیں ایک کو انتیس کا رکھیں اور دو کو تیس کا رکھیں جتنی صورتیں عقلاً ممکن ہیں اتنے احتمال لینے کے بعد آپ حساب کریں تو یہ کسی حساب میں بھی بارہ ربیع الاول پیر کو نہیں آتی۔

جبکہ پیر کا دن متعین ہے اس لیے یہ تاریخ بھی مشتبہ ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کس تاریخ کو ہوئی اور ولادت کی تاریخ بھی مشتبہ ہے۔

ولادت پر خوشی اور وفات پر سوگ اہل حق کا طریقہ نہیں:

اور اس کی کوئی اہمیت نہیں نہ ہم نے وفات کے دن سوگ منانا ہے اور نہ ہم نے ولادت کے دن خوشی منانی ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اہل حق کا اس پر اجماع رہا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو خوشی کا دن اور وفات کو سوگ کا دن یہ امت نہیں مناتی اہلسنت والجماعت کا یہ مسلک نہیں ہے، نہ ولادت کی خوشی نہ وفات کا غم وہ تاریخ جس میں ولادت ہوئی وہ تاریخ بہت برکت والی تھی وہ گزر گئی وہ دوبارہ لوٹ کے نہیں آئے گی۔

اور جس تاریخ کو وفات ہوئی تھی وہ تاریخ گزر گئی، اب وہ دوبارہ لوٹ کے نہیں آئے گی، اس لیے ہمیشہ کے لیے اس دن کے اندر خوشی قائم ہو جانا یا ہمیشہ کے لیے اس دن کے اندر غمی قائم ہو جانا یہ اسلامی نظریہ نہیں اگر ایسا ہو تو پھر کوئی دن ایسا نہیں بچے گا کہ جس میں کوئی خوشی کا واقعہ پیش نہ آیا ہو یا کوئی غمی کا واقعہ پیش نہ آیا ہو تو ہم اپنی زندگی خوشی اور غمی کے چکر میں ہی گزار دیں باقی آگے کام کیا رہ گیا، کبھی غمی کا تعزیتی جلسہ کرلیں، کبھی خوشی کا میلادی جلسہ کرلیں ساری زندگی اسی میں لگے رہیں۔

ولادت پر خوشی اور وفات پر سوگ نئے دور کی ایجاد ہے:

ان تاریخوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ تو میں اہلسنت والجماعت کا مسلک، اہل حق کا مسلک جو چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے وہ آپ کے ذہن میں ڈال رہا ہوں کہ نہ میلاد کی تاریخ کی کوئی اہمیت ہے اور نہ وفات کی تاریخ کی کوئی اہمیت ہے اس میں جو کام کیے جارہے ہیں یہ سب نئے دور کی ایجاد ہے۔

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،
- تابعین رحمہم اللہ علیہم،

- تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم،
- فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم،
- محدثین امت رحمۃ اللہ علیہم،
- اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم،

جو پہلے دور سے چلے آرہے ہیں ان کے معمولات میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی تاریخ میں خوشی کی جائے اور کسی تاریخ میں سوگ منایا جائے، اسی لیے ہم دس محرم کو بھی سوگ نہیں مناتے، اہل بیت کی شہادت پر بھی ہم سوگ نہیں مناتے، اہل بدر کی شہادت پر ہم سوگ نہیں مناتے، اہل احد کی شہادت پر ہم سوگ نہیں مناتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء صفر کے آخری بدھ کو ہوئی:

تو یہ کوئی طریقہ نہیں ہے لیکن لوگوں نے جب اس بات کو بنالیا ہے کہ بارہ ربیع الاول وفات کی تاریخ ہے تو اس کے ساتھ یہ بات لازمی میں آپ کی خدمت میں عرض کردوں تاریخی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات شروع ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں آپ کی وفات ہوئی ہے یہ صفر کے آخری عشرہ میں آخری دنوں میں اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری بدھ کو اس مرض کی ابتداء ہوئی تھی، جس مرض کے نتیجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔

اب حقیقت دیکھو کیا ہے؟ صفر کے مہینہ کے آخر میں مرض کی ابتداء یوں ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے کسی کے دفن کا سلسلہ تھا یا ویسے ہی اہل قبور کے پاس آپ جایا کرتے تھے اور وہاں کچھ پڑھ کے ایصال ثواب کیا کرتے تھے تو جس وقت آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے سر میں درد شروع ہوا

اور وہ درد شدت اختیار کر کے بخار کی شکل اختیار کر گیا اور اسی بیماری نے طول پکڑا اور اسی بیماری کے نتیجہ میں چند دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، دو ہفتے آپ بیمار رہے چودہ یا پندرہ دن۔

زمانہ الٹی چال چل گیا:

بہر حال صفر کا آخری بدھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتداء کا دن ہے نہ کہ غسل صحت کا، یہ ایسا الٹا فلسفہ یہودیوں نے دماغ کے اندر ڈالا ہے کہ مسلمانوں کے دین کو مذاق بنا کے رکھ دیا ہے، وہی وفات کی تاریخ وہی ولادت کی تاریخ، وفات یاد نہیں اور ولادت کی خوشی منائی جا رہی ہے اور ادھر صفر کے آخری ہفتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتداء ہوتی ہے جس پر یہودی خوشی منائیں تو منائیں اور ہو سکتا ہے کہ اس دور میں یہودیوں نے خوشی منائی ہو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، صاحب فراش ہوئے، چلنا پھرنا بند ہو گیا حتی کہ مسجد میں آنا بند ہو گیا، مسجد میں آ کے آپ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، آخری دنوں میں سہارا لے کے تشریف لائے تھے اور آ کے ایک نماز پڑھی تھی، ورنہ مسجد میں آنا بھی بند ہو گیا تھا اس وقت اگر کافر اور مشرک خوشی مناتے تو مناتے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر اب آثار ایسے آ گئے کہ آپ اب دنیا سے پردہ فرمانے والے ہیں۔

لیکن اہل ایمان کے لیے اس میں کونسی خوشی کی بات ہے کہ اہل ایمان خوشی منائیں کہ صفر کا آخری ہفتہ یہ بھی چوری کھانے کا ہے، یہ آج ہی مجھے پتہ چلا ہے کہ اس دن خاص طور پر بعض علاقوں میں لوگ چوری کھاتے ہیں، اور یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ بعض مجنوں چوری کھانے والے ہوتے ہیں اور بعض مجنوں جان دینے والے ہوتے ہیں، یہ چوری کھانے کا محاورہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا میں جو بار بار کہہ رہا ہوں ان تاریخوں کی ہمارے ہاں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

لیکن جو لوگ اس خیال سے کہ اس دن حضور ﷺ کا غسل صحت ہے اور آپ نے صحت حاصل کی تھی جس کی بناء پر وہ خوشیاں مناتے ہیں غسل کرتے ہیں، سیر وسیاحت کرتے ہیں، میں ان کی ناواقفیت کو ظاہر کررہا ہوں اور ان کی جہالت کو دور کرنے کی کوشش کررہا ہوں کہ نادانو! یہ حضور ﷺ کے غسل صحت کا دن نہیں یہ سرور کائنات ﷺ کے صاحب فراش ہونے کا دن ہے، حضور ﷺ اس دن میں بیمار ہوئے تھے، اور آپ کی بیماری کی ابتداء ہوئی تھی اور اسی بیماری کے نتیجہ میں چند دن کے بعد آپ کی وفات ہوئی ہے۔

تو جو بیماری کی ابتداء کا دن تھا یہودی فلسفہ نے وہی جاہل مسلمانوں کے اندر خوشی کا دن بنادیا، جس میں خوشی اگر کرتے تو

- یہودی کرتے،
- عیسائی کرتے،
- مشرک کرتے،
- کافر قوتیں کرتیں،

لیکن مؤمن کے لیے کونسی خوشی ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی مرض وفات شروع اس دن ہورہی ہے اور یہ خوشیاں منارہے ہیں اور چوریاں کھارہے ہیں اس لیے میں آپ کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک آپ اس بات کو پہنچا سکیں، اپنے گھروں میں، اردگرد یہ بات ذہن میں ڈال کے رکھیں کہ صفر کا آخری بدھ یہ کوئی خوشی منانے کا بدھ نہیں ہے اور یہ جاہلیت والی بات ہے۔

اصل حضور ﷺ کی مرض وفات کی ابتداء اس تاریخ میں ہوئی تھی اگر تاریخ کو کوئی اہمیت دینی ہے تو مسلمان کے لیے افسوس کا مقام ہے، خوشی منانے اور چوریاں کھانے کا مقام نہیں ہے۔

اس لیے اس رسم سے بچنے کی کوشش کریں، خصوصیت کے ساتھ چونکہ کل صفر کا آخری بدھ ہے اس لیے میں نے ''لاصفر'' کا لفظ لے کر اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے، جیسا کہ موقع بموقع بعض دنوں کے متعلق جیسے لوگوں نے جاہلی نظریات قائم کر لیے ہیں ان کی تردید کر کے ہم آپ کو بتایا کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل میں، محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے تعامل میں، فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے عمل میں، ان اعمال کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں ہے۔

یہ موقع بموقع ہم آپ کے سامنے ظاہر کرتے رہتے ہیں اس لیے آج کی تاریخ کے متعلق بھی میں نے واضح طور پر آپ کو بتا دیا کہ اہل حق کے ہاں اس تاریخ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اور یہ غسل صحت والی بات بالکل جاہلانہ بات ہے جسکی کوئی اصلیت نہیں ہے، یہ بات تو تھی جو میں نے ''لاصفر'' کے متعلق آپ کے سامنے کر دی باقی چونکہ روایت پوری پڑھ دی تھی تو باقی دو چیزوں کے متعلق بھی عرض کر دوں۔

بیماری کے متعلق جاہلانہ نظریہ اور اس کی تردید:

اس روایت میں پہلا لفظ تھا ''لاعدویٰ'' بیماریوں کا پھیلنا، ایک سے دوسرے کو لگنا جس کو یہ کہتے ہیں کہ مرض متعدی ہے جاہلیت میں اس میں بھی بہت غلو تھا کہ فلاں بیماری ایسی ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی چلا جائے تو وہ بھی بیمار ہو جائے گا۔

فرمایا کوئی بات نہیں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی جانب سے ہوتا ہے بیماری میں قطعاً یہ صلاحیت نہیں ہے کہ ایک سے اڑ کے دوسرے کو لگ جائے اس نظریہ کا نتیجہ یہ تھا کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا تو اس کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا، اس کی خدمت کوئی نہیں کرتا تھا کہ کہیں مجھے یہ بیماری نہ لگ جائے اس لیے اسلام نے یہ سبق دیا کہ بیماری کوئی نہیں لگا کرتی، بیماری کی

خدمت کرو، اس کے پاس بیٹھو، اس کی دلجوئی کرو، مسلمان کا جھوٹا باعث شفا ہے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

اس جاہلیت جدیدہ کے اندر بھی اس نظریہ کو قبول کرلیا گیا کہ مرض ایک سے دوسرے کو لگتی ہے، لہذا جس کو نزلہ ہو اس کا گلاس استعمال نہیں کریں گے، جس کو نزلہ زکام ہو اس کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے نہیں اس طرح یہ نظریہ جدید تہذیب نے بھی دیا ہے، اسلام اس کا بالکل قائل نہیں ہے۔

اللہ پر بھروسہ رکھو اگر آپ نے بیمار ہونا ہے تو کوئی بھی آپ کے اردگرد بیمار نہیں ہوگا، آپ بیمار ہو جائیں گے اور اگر آپ کی قسمت میں بیماری نہیں ہے تو سارے بیمار ہو جائیں آپ پھر بھی تندرست رہ سکتے ہیں۔

اونٹوں کے بیمار ہونے پر اشکال اور جواب:

چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا تھا کہ مرض ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی تو ایک آدمی نے اشکال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ یا رسول اللہ! آپ کہتے ہیں کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی ہم تو دیکھتے ہیں کہ جنگل کے اندر اونٹ چرتے پھرتے ہیں، ہرنیوں کی طرح اچھلتے کودتے ہیں، بالکل تندرست ہیں ''فَيَاتِيهَا الْبَعِيرُ الاَجْرَبُ فَتَجْرَبُ'' ایک اونٹ آجاتا ہے جس کو خارش ہو، اور وہ ایک خارشی اونٹ آکر اس ریوڑ میں شامل ہوتا ہے تو باقیوں کو بھی خارش ہو جاتی ہے۔

آپ کیسے کہتے ہیں کہ بیماری نہیں لگتی، ایک بدوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے اس مسئلے پہ یہ اشکال کیا تھا کہ آپ کہتے ہیں کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی، ہم تو دیکھتے ہیں کہ سارے اونٹ تندرست ہوتے ہیں، ایک بیمار آتا ہے اور اس کو خارش ہوئی ہوتی ہے، تو باقی اونٹوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے اس سے کہا "فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ" (بخاری ۲/ص ۸۵۹) کہ یہ بتا کہ پہلے کو کہاں سے لگی تھی؟ پہلے اونٹ پر بیماری کس نے پہنچائی تھی؟ پہلے اونٹ کو خارشی کس نے بنایا تھا؟ وہ تو کسی خارشی اونٹ کے پاس نہیں گیا تھا تو اگر اللہ کی جانب سے اس میں خارش پیدا ہوگئی تو مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ باقی اونٹوں میں جیسے یہ بیمار ہوا ویسے ہی یہ بیمار ہو گئے اس کی بیماری دوسرے اونٹ کو لگ گئی یہ نظریہ درست نہیں یہ توہمات میں شامل ہے۔

تعدی والا نظریہ مایوسی کی طرف لے جاتا ہے:

"لاعدوی" کے اندر اس بات کی تردید کی گئی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی سمجھے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی تو بیمار کے پاس بیٹھنے میں، بیمار کی خدمت کرنے میں، بیمار کا جھوٹا کھانے پینے میں اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں، آپ کوئی کسی قسم کا حرج محسوس نہیں کریں گے، اس سے بیمار کی دل جوئی ہوگی۔

اس کے دل کو قوت پہنچے گی اور تعدی والا نظریہ جو ہے وہ مریض کو مایوس کر دیتا ہے، دل توڑ دیتا ہے، جب وہ دیکھے گا کہ دیکھو یہ میرے بھائی ہیں قریب نہیں آتے، میری بہن ہے میرے قریب نہیں آتی، میری بیوی ہے میرے قریب نہیں آتی، مجھ سے ڈرتی ہے کہ یہ بیماری مجھ کو نہ لگ جائے اس سے بیمار کا دل ٹوٹتا ہے اور اس کے اوپر احساس پیدا ہوتا ہے، جس سے وہ مرض کا مقابلہ کرنے میں کمزور ہو جاتا ہے اس لیے یہ پرواہ نہ کیا کرو، ہم تو نزلے والے ساتھیوں کے ساتھ، اور زکام والے ساتھیوں کے ساتھ، کھانسی والے ساتھیوں کے ساتھ، اکٹھے کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں، اللہ کا شکر ہے ان پرہیز کرنے والوں سے زیادہ تندرست ہیں، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

ہم اس بات کا کبھی پرہیز نہیں کرتے کہ اس کو زکام ہے اس کا جھوٹا نہیں

کھائیں گے، اس کو نزلہ ہے ہم اسکا جھوٹا نہیں کھائیں گے، ہم اس کے گلاس میں پانی نہیں پییں گے، ہم کوئی احتیاط نہیں کرتے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم وہموں میں مبتلا ہونے والوں کے مقابلہ میں الحمدللہ زیادہ تندرست ہیں اس لیے اس عقیدے کو ٹھیک کرلو" لاعدویٰ" کا تو یہ معنیٰ ہے۔

پرندوں کے متعلق جاہلانہ نظریہ اور اس کی تردید:

"وَلَا طِیَرَةَ" یہ جاہلیت میں تھا پرندوں سے فال لیا کرتے تھے جس طرح ہمارے ہاں بھی بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی کی دیوار پر کوّا بولنے لگ جائے تو کہتے ہیں کہ آج مہمان آئے گا یہ عام طور پر مشہور ہے، کوّا بولے تو کہتے ہیں مہمان آئے گا۔

یہ وہی جاہلوں والی بات ہے کہ وہ پرندوں سے نتیجہ اخذ کیا کرتے تھے کہ اگر فلاں قسم کا پرندہ سامنے آ گیا تو یوں ہو جائے گا، گھر سے نکلے کالا کتا سامنے آ گیا تو دن منحوس ہو گیا کوئی کام نہیں ہوگا، پرندہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو اڑ گیا تو واپس آجاتے تھے کہ آج کام نہیں ہوگا۔

اس قسم کے وہم میں مشرک مبتلا تھے، یہ مشرکانہ توہمات ہیں، ہمارے لیے ان پرندوں کی کوئی اہمیت نہیں کوئی بولتے رہیں چیختے رہیں، جو کچھ بھی ہوگا اللہ کی جانب سے ہوگا نہ کوؤں کے بولنے سے کچھ ہوتا ہے، نہ چیلوں کے چیخنے سے کچھ ہوتا ہے، اور کوئی جانور ہمارے آگے سے دائیں بھاگ جائے، بائیں بھاگ جائے، کالا کتا آجائے، کالا بلا آجائے، کالا انسان آجائے، ہم اس کو دیکھ کر نہیں سمجھتے کہ اس کی وجہ سے کوئی کام پر اثر پڑتا ہے یہ سارے کے سارے توہمات ہیں ان توہمات کو اپنے دل سے نکالو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کی توحید کو اختیار کرو، جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے نہ کسی کے بولنے سے ہوتا ہے اور نہ کسی دوسری چیز سے ہوتا ہے، "لا طیرۃ" کے اندر یہ عقیدہ

بتادیا گیا، یہ مشرکانہ توہمات دماغ سے نکال دیے گئے کہ پرندوں کے متعلق ایسے تصور نہ کیا کرو کہ اگر یوں ہوگا تو یوں ہو جائے گا۔

خاص طور پر مجھے یہ معلوم ہے کہ کوے کے متعلق تو عام مشہور ہے کہ کوا آ کر بولتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ آج مہمان آئے گا یہ جاہلانہ بات ہے، مشرکوں کے اندر یہ نظریے چلتے تھے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کی تردید کردی کہ یہ کوئی چیز نہیں ہیں۔

الو کے متعلق جاہلانہ نظریہ اور اس کی تردید:

اور اسی طرح ''لاھامۃ'' ہے اس کا معنی دو طرح سے کیا گیا ہے یا تو ھام سے الو مراد ہے جانور، جو رات کو دیکھتا ہے اس کو دن کو نظر نہیں آتا، عام مشہور تھا کہ جہاں الو آ کے بیٹھنے لگ جائے وہاں اجاڑ ہو جاتا ہے۔ جہاں الو بولنے لگ جائے وہاں بربادی آجاتی ہے، فلاں جگہ الو بول رہے ہیں، یہ اردو میں محاورہ بھی استعمال ہوتا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کوئی بات نہیں ہے، الو کے بولنے سے کوئی بربادی نہیں آتی، یہ بھی ایک جاہلانہ خیال ہے اس کو عقل اور دماغ سے نکال دو، الو کوئی منحوس جانور نہیں ہے، جس طرح باقی جانور ہیں اسی طرح وہ ہے اس لئے یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ جہاں الو آ کے بیٹھے اور جہاں الو آ کے بولنے لگ جائے وہاں اجاڑ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات بھی غلط ہے اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا۔

اور آگے ''لاصفر'' ہے جس کی وضاحت میں نے آپ کے سامنے کردی کہ صفر کے متعلق جو جاہلانہ نظریات تھے وہ بھی سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرمادیے۔

مقتول کے متعلق جاہلانہ نظریہ اور اس کی تردید:

ایک تو ہامہ سے الو مراد لیا اور بعض نے ہامہ سے ھام کی میم کی شد پڑھ کے ھامہ سے کھوپڑی مراد لی ہے ''لاھامۃ'' یہ بھی جاہلیت کا عقیدہ تھا، اگر کسی شخص کو کسی شخص نے ظلماً

قتل کر دیا وہ کہتے تھے کہ اس مقتول کی کھوپڑی میں سے ایک جانور نکلتا ہے ایک جانور پیدا ہوتا ہے، وہ ہائے پیاس ہائے پیاس کرتا رہتا ہے جب تک اس کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے اس کی پیاس نہیں بجھتی اور یہ نظریہ تھا، جس سے جاہلیت میں خون ریزی حد سے بڑھی ہوئی تھی کہ اگر کسی کے باپ کو کسی نے قتل کر دیا تو بیٹے سمجھتے تھے جب تک ہم قتل کا بدلہ نہیں لیں گے ہمارے باپ کی روح کی پیاس نہیں بجھے گی۔

اور اگر کسی کا بیٹا قتل ہو گیا تو باپ کہتا کہ جب تک میں اپنے بیٹے کا بدلہ نہ لے لوں تو میرے بیٹے کی پیاس نہیں بجھے گی، بھائی کہتا تھا جب تک میں اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ نہ لے لوں تو میرے بھائی کی پیاس نہیں بجھے گی، اس نظریے کے ساتھ وہ خون ریزی کے اوپر آمادہ ہوتے تھے، کہ ایک قتل کے بعد وہ لازماً سمجھتے تھے کہ دوسرے کو قتل کرنا چاہیئے ورنہ ان کی روح پیاسی رہے گی، پیاس نہیں بجھے گی، تو سرور کائنات ﷺ نے اس نظریے کی بھی تردید کر دی کہ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ کھوپڑی میں سے کوئی جانور نکلتا ہے وہ ہائے پیاس ہائے پیاس کرتا رہتا تھا، جب تک اس کو خون نہ پلاؤ دوسرے کا خون نہ بہاؤ اس کی پیاس نہیں بجھتی یہ نظریہ بھی غلط ہے، یہ جاہلیت کی رسمیں تھیں، ان کی تردید کی ہے اور ہمارے اندر اس قسم کا کوئی خیال بھی ہو تو اس سے توبہ کرنی چاہیئے، اللہ نے ہمیں توکل کا سبق دیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرو جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی جانب سے ہوتا ہے یہ جاہلی خیالات اور یہ توہمات یہ مشرکانہ باتیں ہیں ان سے مسلمان کا دماغ خالی ہونا چاہیئے۔

سوال آپ کہتے ہیں کہ الو منحوس نہیں ہے لیکن شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منحوس کہا ہے؟

جواب یہ مجھے نہیں معلوم، اگر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے تو یہ بات صحیح نہیں حدیث میں جو آ گیا وہ صحیح ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگ ہیں لیکن اگر ان کی بات قرآن وحدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو ہم قرآن وحدیث کی بات لیں گے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ہو سکتا ہے دنیا کے اس محاورے سے متاثر ہو کر کہیں اس کا ذکر کر دیا ہو، اصل بات وہی ہے جو حدیث میں آ گئی۔

سوال دوکان دار کہتے ہیں کہ ہم نے آزمایا ہے کہ جب ایک گاہک صبح ادھار لے جائے تو پھر سارا دن ادھار چلتا ہے؟

جواب یہ وہی جاہلانہ تصور ہے جب آپ دل میں خیال باندھ لیں تو اس کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں، یہ جاہلی بات ہے، ادھار دینا جس وقت اعتماد کے ساتھ دیں، بات سمجھ لیجئے قرض دینا یا ادھار دینا یہ صدقہ کے مقابلے میں زیادہ باعث ثواب ہے بشرطیکہ آپ کو اعتماد ہو کہ یہ واپس آجائے گا، اگر یہ ڈر ہو کہ واپس نہیں آئے گا تو ادھار نہ دیں ورنہ یہ قرض ہے دوسرے کے ذمہ اور قرض جو ہے یہ صدقہ کے مقابلے میں زیادہ ثواب کا باعث ہے اور جو کام باعث ثواب ہو وہ منحوس نہیں ہوسکتا، اس عقیدہ کو ٹھیک کر لیجیے یہ ادھار دینا ایک محتاج کے ساتھ تعاون ہے، ادھار وہی شخص لیتا ہے جس کے پاس پیسے نہ ہوں، وہ گویا کہ محتاج ہوگیا اور آپ نے ادھار دے کر اس کی ضرورت کو پورا کر دیا تو محتاج کے ساتھ تعاون کرنا باعث برکت ہے بلکہ اس پر تو اللہ کی رحمت آئے گی، آپ اس کو کیسے کہتے ہیں کہ یہ منحوس ہے اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کسی کو صبح صبح ادھار دیں گے نہیں چاہے وہ کتنا ہی ضرورت مند کیوں نہ ہو اس لیے یہ جاہلی بات ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال آپ نے فرمایا ہے کہ بیمار کی وجہ سے بیماری نہیں آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کیوں روکا کہ جس بستی میں بیماری پھیل گئی ہو آدمی کو وہاں نہیں جانا چاہیئے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب جہاں بیماری پھیلی ہوئی ہو وہاں جانا یہ ”جرأة علی عذاب الله“ ہے اس لیے وہاں جانا نہیں چاہیئے ہاں البتہ وہاں کوئی موجود ہے اور وہاں بیماری پھیل جائے تو وہاں سے نکلنا نہیں چاہیئے، نکلنے کی جو ممانعت ہے وہ بتاتی ہے وہاں رہنے سے بیمار نہیں ہوگا انسان بیمار وہی ہوگا جس کے لئے اللہ کی جانب سے مقدر ہے۔

کسی جگہ سیلاب آگیا اور کسی جگہ گڑ بڑ ہوگئی تو آپ کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے آپ چھلانگیں لگاتے پھریں اور آپ وہاں ضرور جائیں، یہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے

آپ اپنا تحفظ کریں، ہاں البتہ آپ کہیں موجود تھے اور وہاں بیماری پھیل گئی پھر اس نظریہ سے نکلنا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں تو میں تندرست رہ جاؤں گا، اور اگر میں یہاں رہا تو بیماری کی وجہ سے بیمار ہو جاؤں گا، اس کو حضور ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور جو اس ڈر کے مارے اس جگہ سے بھاگے کہ اگر میں یہاں رہ گیا تو بیمار ہو جاؤں گا اور میں چلا جاؤں گا تو تندرست رہ جاؤں گا، حضور ﷺ نے اس کو جہاد سے بھاگنے کے برابر قرار دیا ہے کہ جیسے کوئی جہاد سے بھاگ جائے اس کے لئے ایسے ہی گناہ ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين